تعلیم اور ہماری ذمہ داریاں

محمد بنیامین کمبوہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دنیا میں تشریف لائے، یہ دنیا ہر طرح کی برائیوں کی آماجگاہ تھی، کوئی برائی نہ تھی، جو عرب کے سماج میں نہ پائی جاتی ہو، نہ لوگوں کی جان محفوظ تھی، نہ مال اور نہ عزت و آبرو، بے حیائی کا یہ حال تھا کہ اور مواقع تو کجا، کعبہ کا طواف بھی بے لباس کرتے تھے، مرد بھی عورت بھی، ظلم کی کوئی حد نہ تھی اور سماج کے تمام فیصلے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول پر ہوا کرتے تھے۔ مذہبی پہلو کو دیکھئے تو بدترین شرک تھا، جس میں عرب گرفتار تھے اور عرب سے لے کر چین تک پوری مشرقی دنیا علانیہ شرک میں مبتلا تھی، سلطنت روم کا مذہب عیسائیت تھا، لیکن یہاں بھی توحید کے پردہ میں شرک ہی کی حکمرانی تھی اور ایک خدا کے بجائے تین افراد پر مشتمل خدا کا کنبہ تشکیل پاچکا تھا اور ان سب کی پرستش کی جاتی تھی، ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور جب عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو نبوت کا تاج گہر بار سر مبارک پر رکھ دیا گیا، ایسے حالات میں جو پہلی وحی نازل ہوتی وہ اصلاح عقیدہ کے پہلو سے توحید کے اثبات اور شرک کے رد میں ہوتی یا انسانی نقطہ نظر سے ایسی آیت ہوتی جس میں ظلم و جور سے منع کیا گیا ہو اور انسانی اخوت، ہمدردی اور محبت و مروت کی طرف دعوت دی گئی ہو، یا سماجی اصلاح سے متعلق کوئی آیت ہوتی جس میں بے شرمی اور بے حیائی سے روکا گیا ہو، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی اس میں ان میں سے کسی بات کا تذکرہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اقرأ باسم ربک الذی خلق o خلق الانسان من علق o اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم o علم الانسان مالم یعلم" (علق:۱-۵)

''یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھ جو سب کا خالق ہے، جس نے آدمی کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا''

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تعلیم اور پڑھنے کی طرف متوجہ فرمایا، اس لئے کہ علم کی مثال روشنی کی سی ہے، اگر کسی تاریک کمرہ میں سانپ بھی ہو بچھو بھی اور دوسرے تکلیف دہ کیڑے مکوڑے بھی آپ ان سب کو مارنے اور بھگانے کے لئے الگ الگ محنت کریں تو وقت بھی زیادہ لگے گا اور شاید کامیابی بھی نہ ہو، لیکن اگر آپ ایک چراغ جلا کر رکھ دیں تو خود بخود یہ کیڑے مکوڑے اپنا بوریا بستر اٹھالیں گے، کیونکہ تاریکی ہی ان کی پناہ گاہ ہے، یہی کیفیت انسانی سماج میں علم کی ہے، عقیدہ وعمل اور معاشرت واخلاق کی تمام برائیاں جہالت کا نتیجہ ہیں، جہالت کی تاریکی ہی میں یہ تمام مفاسد پرورش پاتے ہیں، تعلیم کی روشنی جتنی پھیلے گی یہ بگاڑ بھی خود بہ خود دور ہوتا جائے گا، تعلیم کے بغیر سماج کی برائیوں کو دور کرنے کی مثال جڑوں کے بجائے ٹہنیوں اور پتوں پر پانی دینے کی ہے کہ اس سے وقتی فائدہ تو ہوسکتا ہے لیکن کسی دیرپا تبدیلی کی امید نہیں رکھی جاسکتی، اس لئے تعلیم کی بڑی اہمیت ہے، ایسا نہیں ہے کہ اسلام نے صرف مذہبی تعلیم ہی کو اہمیت دی ہو، بلکہ اسلام نے علم کی تقسیم علم نافع اور علم غیر نافع سے کی ہے، جو علم انسان کو دینی یا دنیوی اعتبار سے نفع پہنچائے اور ان کے مسائل کو حل کرے، وہ علم نافع ہے اور جو علم انسانیت کے لئے ہلاکت اور مضرت کا سامان ہو وہ علم غیر نافع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم نافع کی دعا کیا کرتے تھے اور جو علم نافع نہ ہو اس سے پناہ چاہتے تھے، اس اصول پر غور فرمایئے تو اکثر عصری علوم وفنون بھی علم نافع کی فہرست میں آتے ہیں، علم قانون میں انسان کی عزت وآبرو کی حفاظت ہے، ادب و صحافت کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام ہوتا ہے جس پر سماج کی اخلاقی اور روحانی اقدار کا تحفظ موقوف ہے، تجارت اور معاشیات سے متعلق علوم کا مقصد فرد اور سماج کی معاشی ضروریات کو پورا کرنا اور اس کے صرف کے جائز اور مناسب مواقع کی رہنمائی کرنا ہے جس کے مفید اور نافع ہونے سے کس کو انکار ہوسکتا ہے؟ اس لئے یہ تمام علوم اسلام میں مطلوب ہیں اور ان کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے۔

اسلام نے کبھی علم وتحقیق سے عداوت نہیں رکھی، بلکہ لوگوں کو کائنات کی مخفی حقیقتوں میں غور وفکر اور تدبر کی دعوت دی اور حکمت ودانائی کی ہر بات کو مومن کی متاع گمشدہ قرار دیا، علم کے اعتراف میں اپنے اور بیگانے کا فرق نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن صلت کے اشعار کی تعریف فرمائی جو زمانہ جاہلیت کا شاعر تھا اور علم کی تحصیل میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دوست اور دشمن کا فرق نہیں کیا، غزوۂ بدر میں جو لوگ قید ہوکر آئے ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ان میں جو لوگ پڑھے لکھے ہوں وہ دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں، یہی ان کا فدیہ رہائی ہوگا، ظاہر ہے کہ وہ دشمن تھے نہ کہ دوست اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ مشرک تھے، علم دین تو ان سے حاصل ہو نہیں سکتا تھا، اگر آپ ان سے تعلیمی فدیہ وصول کرنے کے بجائے مالی فدیہ ہی وصول کرنے پر اصرار کرتے تو معاشی نقطہ نظر سے اہل مدینہ کے لئے یہ مناسب ہوتا کیوں کہ اس وقت مسلمان سخت غریب اور افلاس کی حالت میں تھے اور فاقہ کشی کے ساتھ گزر بسر عام تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات میں بھی تعلیم کو ترجیح دی، یہ گویا اس بات کا سبق ہے کہ تعلیم کا حاصل کرنا

بہر حال ضروری ہے، چاہے اس کے لئے پیٹ کاٹنا پڑے یا فاقے برداشت کرنے پڑیں، لیکن تعلیم کو کسی قیمت پر نظر انداز نہ کیا جائے۔ آج مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ معمولی کھائیں، معمولی پہنیں، عیش وعشرت کے دوسرے اسباب سے اپنے آپ کو بچائیں، معاشی تنگی کو گوارا کریں، لیکن ہر قیمت پر اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں، ہمارے سماج کا کوئی بچہ ایسا نہ ہو جو تعلیم سے محروم رہے، عام طور پر غریبوں کی مدد اور تعاون کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ وقتی طور پر کچھ پیسے دے دیئے جائیں، کچھ کھانے پینے کی چیز مہیا کر دی جائے، عید کا موقع ہو تو کپڑے دے دیئے جائیں، ہم اسی کو بڑی خدمت سمجھتے ہیں، حالانکہ خدمت کا زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اس کے لئے روزگار اور معاشی سطح کو مستقل طور پر اونچا اٹھانے کی تدبیر ہو، جیسے کوئی دکان لگا دی جائے، کہیں ملازمت دلا دی جائے؛ اس کی فضیلت زیادہ ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی تدابیر کا اختیار کرنا ثابت ہے، ایسی ہی تدابیر میں ایک یہ:

کہ کوئی شخص اگر خود اپنے بچے کو پڑھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو ان کے بچوں کو تعلیم دلا دی جائے، یہ صدقۂ جاریہ ہوگا اور اس کے بچے کے ذریعہ خود اس کی اس کے والدہ کی اور خاندان وسماج کی جو کچھ خدمت ہوگی یہ اس کے اجر میں شریک ہوگا، یہ انسانی خدمت کا سب سے اہم اور مفید طریقہ ہے، اگر کسی شخص کے دو بچے ہوں تو اس کو خیال کرنا چاہئے کہ گویا اس کے تین بچے ہیں اور وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ اپنی قوم کے ایک اور بچہ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول کر لے، یقیناً یہ بہت بڑی خدمت ہوگی اور اس طرح سماج کی بہت سی مشکلات حل ہو سکیں گی، جب تک پورا سماج نہ بڑھے اور پوری قوم ترقی نہ کرے، یقیناً ہماری ترقی ادھوری اور نا تمام ہوگی، عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان بچوں کی ایک اچھی خاصی تعداد پرائمری کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیتی ہے، بہت سے طلبہ ہائی اسکول کی سطح پر تعلیم ترک کر دیتے ہیں اور اعلیٰ فنی تعلیم میں تو ہمارے بہت ہی کم بچے پہنچ پاتے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک بات ہے، ترک تعلیم کی وجہ کبھی معاشی ہوتی ہے، کبھی طالب علم کی پست ہمتی اور بہت سے گھروں میں والدین کی جہالت اور سرپرستوں کی ناواقفیت، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان رہنما اور اہل دانش نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر گاؤں، گاؤں اور شہر کے مختلف محلوں میں چند پڑھے لکھے رضا کاروں کی ایک کمیٹی بنائیں جو سلسلہ تعلیم منقطع کرنے والے بچوں اور ان کے سرپرستوں کے حالات کا جائزہ لیں، اگر طالب علم پست ہمتی کا شکار ہو رہا ہے تو اس کے لئے کچھ کوچنگ کا انتظام کریں اور اس کی ہمت بڑھائیں اگر سرپرستوں کی غفلت اور ناسمجھی ہو تو ان کا شعور بیدار کریں اور جو مواقع گورنمنٹ کی طرف سے حاصل ہیں ان کو ان سے استفادہ کی راہیں بتائیں اور جو بچے معاشی پسماندگی کی وجہ سے تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں ان کی تعلیمی وسائل میں مدد کریں اور اہل خیر کو اس جانب متوجہ کریں، کسی کو کتابوں کی ضرورت ہو تو کتاب دلا دیں، کسی کو اسکول کے داخلہ فیس کا مسئلہ ہو تو اس میں تعاون کر دیں، اس طرح ہم تھوڑی سی کوشش اور فکرمندی کے ذریعہ بہت سے طلبہ کے سلسلہ تعلیم کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

ایک اہم مسئلہ زبان کا بھی ہے، اسلام کسی زبان کا مخالف نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ تمام زبانیں اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت زید بن ثابتؓ نے کئی زبانیں سیکھیں اور ان میں مہارت حاصل کی، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی مضمون کی تعلیم کے لئے سب سے بہتر ذریعہ ''مادری زبان'' ہے، اجنبی زبان میں طالب علم کو دہری مصیبت پیش آتی ہے، ایک زبان کو سمجھنے کی اور دوسرے اس مضمون کو اپنے گرفت میں لانے کی مادری زبان ایک دشواری کو آسان کر دیتی ہے اور طالب علم کو اپنا ذہن اس مضمون کو سمجھنے پر مرکوز رکھنے کا موقع ملتا ہے، اس لئے ہر سال اچھے ریٹنگ لانے والے اور مقابلاتی امتحان میں بہتر پوزیشن حاصل کرنے والے بچے وہ ہوتے ہیں جو مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بناتے ہیں، اس حقیقت کو تمام ماہرین تعلیم تسلیم کرتے ہیں، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ مادری زبان کی اہمیت کی طرف خود قرآن مجید میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه '' (ابراہیم:۴)

''......ہم نے ہر قوم میں اس قوم کی زبان میں پیغمبر بھیجا ہے۔''

بدقسمتی سے مسلمان اردو زبان کے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہیں، جو لوگ اردو زبان کے تحفظ کی تحریک چلاتے ہیں بلکہ اردو ہی کی روٹی کھاتے ہیں وہ خود بھی اپنے بچوں کے لئے اردو زبان تعلیم کو پسند نہیں کرتے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حکومت اردو اسکول قائم کرتی ہے لیکن بچے دستیاب نہیں ہوتے، یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے ہیں، لیکن طلبہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ وہ بند ہو جائیں، یہ نہایت تکلیف دہ صورت حال ہے اور اس سلسلے میں قومی سطح پر شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ آہستہ آہستہ ہم سے ہماری زبان بھی چھن جائے گی، قوم سے صحیح محبت یہی ہے کہ ہم اپنے نسلوں کو تعلیم میں آگے بڑھائیں اور جس شرمناک تعلیمی پسماندگی سے ہم دوچار ہیں، پوری قوم کو اس سے باہر نکالنے کی کوشش کریں، مسلم جماعتیں ایک لائحہ عمل مرتب کریں اور ایک محدود مدت کا پروگرام بنائیں کہ ہم اس مدت میں مکمل طور پر ناخواندگی کو مٹا دیں گے اور ہمارے سماج کا کوئی لڑکا یا لڑکی ایسا نہ ہوگا جو تعلیم سے محروم ہو۔

☆......☆......☆

مولانا فضل الرحمان پر حملہ بزدلانہ کارروائی ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کراچی (پ ر) وفاق المدارس کے قائدین حضرت مولانا سلیم اللہ خان اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے صوابی میں قائد جے یو آئی مولانا فضل الرحمان پر حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے بزدلانہ کارروائی قرار دیا ہے۔ اپنے ایک بیان میں انہوں نے مولانا فضل الرحمان کے قافلے پر حملے میں شہید ہونے والے افراد کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے انہیں صبر کی تلقین کی۔